Epistemology Vol.7 No.3 (2020), 16-27

http://epistemology.pk/

سید شمس الحق افغانیؒ کی تفسیر "دروس القرآن الحکیم" کے منہج کا تحقیقی مطالعہ

Methodology of Mūlānā Syed Shams-ul-Haq Afghāni's Tafsīr"Duroos ul Qur'an Al Hakīm"

Hafiz Muhammad Aslam

Lecturer: Islamic Studies, Govt. Degree College Makhdom Wali

Shazia Ashiq

Lecturer : Islamic Studies, The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

Dr.Khawaja Saif-Ur-Rehman

Subject Specialist: Workers Welfare Higher Secondary School Rana Town Shahdara

Dr.Abul Khaliq

Assistant Professor: Govt Technology College Bahawalpur

Abstract

The cognizance of religion and the intellect of the Qur'an rests on the epexegesis of the Holy Qur'an. A large number of the people of Muslims Ummah have been absorbed in the epexegesis of the Holy Qur'an and they have left indelible marks in the history of the Holy Quran explanation. The Tafsir ''Duroos ul Qur'an Al Hakeem'' written by Syed Shams-ul-Haq Afghani occupies an illustrious place in the epexegesis of the Holy Qur'an. Mūlānā Afghani wrote the book "Uloom ul Qur'an" on the topic of Usool e Tafsīr in a unique style.In his tafsir, Mūlānā Afghani had made the explanation of qura'nic verses according to principles of his book "Uloom ul Quran". He endeavor to make the message of the Qur'an in scientific and modern way before the reciter of the Holy Qur'an by using different examples .He had keenly observed the bad conditions of the Muslims in his era and give the enticement the new generation to reform their problems in the light of Holy Qur'an.

Key Words:*,Syed Shamsul haq Afghāni, Tafsīr, Methodology, Ethical epexegesis, Politicle epexegesis.*

تعارف موضوع

برصغیر پاک وہند میں جن لوگوں نے اپنی زندگیاں خدمت قرآن کے لئے وقف کر دیں اورانہوں نے قدیم وجدید دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر قرآن مجید کی تفسیر کی ،ان میں بلاشبہ مولاناسید شمس الحق افغانیؒ کانام شامل ہے ۔ انہوں نے قرآن مجید کے ساتھ لوگوں کا تعلق مضبوط کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ۔اور دروس قرآن کے ذریعے قرآن مجید کی تعلیمات کوعام فہم بنایا۔ جوناخواندہ لوگوں کے لئے بھی کسی نعمت سے کم نہیں۔ اس آرٹیکل میں ہم مولانا شمس الدین افغانی کے حالات زندگی، اور قرآن

فہمی کے حوالے سے انہوں نے اپنی جو خدمات انجام دیں۔اور خصوصاً تفسیر قرآن کے حوالے سے ان کا جو ایک خاص منہج ہے اس کو تفصیل سے ذکر کریں گے۔

سید شمس الحق افغانی کا تعارف:

آپ کا سلسلہ سید جلال الدین حیدرؒ کی اولاد سے ملتا ہے مولانا شمس الحق افغانی کا سلسلہ نسب یہ ہے، سید شمس الحقؒ بن سید غلام حیدرؒ بن سید خان عالمؒ بن سید سعد اللہؒ۔ آپ کے والد مولانا عبد الحکیمؒ کے شاگرد اور سید احمد شہید بریلیؒ کے خلیفہ تھے۔[1]

آپ کی ولادت صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور کے ایک قصبہ ترنگ زئی میں ہوئی۔ تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔ مگر آپ کے صاحبزادے محمد داؤد جان افغانی نے آپ کی پیدائش ۱۸۹۸ء بیان کی ہے۔[2]

لیکن جو عمر مولانا افغانیؒ نے اپنے مکتوبات کے مکتوب نمبر ۹۵ جون ۱۹۷۲ء میں لکھی ہے اس کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۵ء بنتی ہے۔ ۔واللہ اعلم بالصواب

تحصیل علم:

ابتدائی اور وسطانی درجہ کی تعلیم آپ نے اپنے والد سید غلام حیدرؒ (م ۱۳۲۶ھ) سے حاصل کی۔ بعد ازاں افغانستان کے مشاہیر علمآءِ کرام سے علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تکمیل کی۔ ۱۹۲۰ء یا ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند کے شیخ العصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۹۳۴ء) سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل ۱۹۲۲ء میں کی۔[3] علامہ کشمیری کے علوم وفنون حضرت افغانی کے سینے میں منتقل ہو گئے علامہ افغانی خود فرماتے ہیں "میں اپنے سارے اساتذہ میں سب سے زیادہ علامہ کشمیری سے متأثر ہوا" یہی وجہ ہے کہ آپ کا کردار و عمل علامہ کشمیریؒ کا عکس نظر آتا تھا"[4]

سلسلہ بیعت:

۔آپ کو صوفیاء کے چار سلاسل میں سے تین سلسلوں میں بیعت وارشاد کی اجازت حاصل تھی۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد حضرت مولانا سید غلام حیدرؒ اور خلیفہ غلام محمدؒ (م ۱۹۳۶ء) دین پور شریف والوں سے خلافت حاصل کی۔

۲۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حج کے موقع پر حرم پاک میں حضرت مولانا علاؤالدین عراقیؒ سے بیعت ہوئے اور خلیفہ مجاز بنے۔

۳۔ سلسلہ برہانیہ چشتیہ اپنے طریقت کی منازل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) سے طے کیں۔[5]

علمی وادبی خدمات:

سید افغانیؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوتے ہی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت وہیں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار دارالعلوم دیوبند کے بڑے اساتذہ میں ہونے لگا۔ چنانچہ دروس القرآن میں ہے۔

"سید افغانیؒ نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک باقاعدہ مختلف درسگاہوں میں سرانجام دیا جس کا آغاز انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ دارالعلوم دیوبند میں بطور شیخ التفسیر اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سوات میں بطور شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں آپؒ اکیڈمی علوم اسلامیہ، کوئٹہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس اکیڈمی

کو۱۹۲۳ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں منتقل کیا گیا جس کا موجودہ نام اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور ہے۔علامہ افغانی اسلامیہ یونیورسٹی میں بطور شیخ التفسیر صدر مدرس مقرر ہوئے اور بعد میں رئیس الجامعہ بنادیئے گئے۔ اس کے بعد مردان کے نواب کی خواہش پر ان کے مدرسہ میں صدرالمدرسین کے عہدہ پر کچھ عرصہ کام کیابعد ازاں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے یہ عہدہ چھوڑ دیااور گھر پر مستقل سکونت اختیار کرلی"[6]

وفات: مولاناافغانیؒ کی تاریخ وفات ۱۶اگست ۱۹۸۳ء ہے۔[7]

تصانیف:

سیدافغانیؒ کی تصانیف کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ احکام القرآن	۲۔ سرمایہ داری، سوشلزم اور اسلام	۳۔شرعی ضابطہ دیوانی
۴۔اسلام دین فطرت	۵۔المیہ مشرقی پاکستان	۶۔ترقی اور اسلام
۷۔ علوم القرآن	۸۔شرح ترمذی	۹۔مفردات القرآن
۱۰۔ الاسلام و المجتمع	۱۱۔ الاسلام و البيئة	۱۲۔ مشكلات القرآن
۱۳۔ علوم القرآن المشكلات العالمیۃ و الحلول القرآنية		۱۴۔معين القضاة و المفتيين[8]

ان کے علاوہ چند کتب وہ ہیں جنہیں آپ کے شاگردوں اور خلفآءنے آپؒ کے بیانات،خطبات اور مکتوبات کی شکل میں تصنیف کی ہیں۔جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔خطبات افغانی	۲۔دروس القرآن الحكيم	۳۔مجالس افغانی
۴۔مقالات افغانی	۵۔محاضرات افغانی	۶۔نکات افغانی[9]

آغازِ تفسیر:

مولانا شمس الحق افغانیؒ کی تفسیر "دروس القرآن الحكيم" دراصل قرآن پاک کے زبانی دیئے گئے دروس ہیں جنہیں موقع پر موجود ان کے مریدین نے لکھااور بعد میں ان دروس کو کتابی شکل میں شائع کردیا گیا۔بہاولپور قیام کے دوران ابتداء میں آپ نے درس قرآن کا آغاز اپنے گھر سے کیا طرح جامعہ اسلامیہ میں بیضاوی شریف کادرس دیتے تھے جس میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہوتے تھے۔جب دروس کا یہ سلسلہ معروف ہواتو عوام الناس تک اس کے فوائد پہنچانے کے لئے حکومت کی خواہش پر بہاولپور کی شاہی مسجد میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔آپؒ نے عرصہ تقریباًدس سال میں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے چار رکوع کا درس بیان کیا۔جنہیں شروع میں پانچ سو صفحات کی کتابی شکل میں آٹھ جلدوں میں تیار کیا گیا۔ان میں پہلی دوجلدیں صرف تعوذ وتسمیہ پر مشتمل ہیں۔پھر بعد میں ان کی دوبارہ جلد بندی کرکے موجودہ بارہ جلدوں کی شکل میں مکتبہ سید شمس الحق افغانی شاہی بازار بہاولپور سے شائع کیا گیا ہے۔ آپ کے ان دروس کو پابندی سے قلمبند کرنے کی ذمہ داری آپ کے جن متعلقین کی تھی ان کے اسماء گرامی ڈاکٹر جمیل الرحمن،(م۱۹۶۸ء)ڈاکٹر محمد نیاز، منشی محمد حسن چغتائی اور مولاناعبدالغنی ہیں۔[10]

دروس القرآن کا منہجِ تفسیر:

مولانا سید شمس الحق افغانیؒ نے بہاولپور قیام کے دوران درس قرآن پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کیا جو عرصہ دس سال تک جاری رہا۔ چونکہ اس سلسلہ میں افغانی صاحب کا انداز تقریری تھا جس میں ان کے منہج کو نہ صرف بیان کرنا بلکہ سمجھنا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ لیکن پھر بھی علوم قرآن پر لکھی گئی ان کی کتاب "علوم القرآن" کے تناظر میں ان کے منہج تفسیر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

1. دروس کی درست ترتیب کا اہتمام:

مولانا افغانیؒ کی تفسیر میں سب سے پہلی جو چیز نظر آتی ہے وہ نمبروں کی ترتیب سے دروس کا سلسلہ ہے۔ یعنی ہر درس کو ایک سلسلہ وار نمبر کے ساتھ درج کیا گیا ہے جس میں اس دن کا نام اور تاریخ درج ہے اور اس طرح ایک جلد میں کئی درس جمع کئے گئے ہیں۔ جن کی حسن ترتیب قاری کے نہ صرف تسلسل کو برقرار رکھتی ہے بلکہ اس پر ایک روحانی کیفیت طاری کر دیتی ہے۔

2. تفسیر القرآن بالقرآن: ۔

مولانا افغانیؒ تفسیر بالقرآن کے اصول کا خیال رکھتے ہوئے تفسیر کرتے وقت اس کا خوب اہتمام کرتے ہیں چنانچہ سورہ فاتحہ کی آیت نمبر چار میں عبادت کی تفسیر میں یہ آیت لائے ہیں: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ"[11]

"اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں"

اسی طرح هُدًى لِلْمُتَّقِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں چونکہ ہدایت ہے تو یہ ہدایت کے لئے کامل ہے۔ یہاں " هُدًى لِلْمُتَّقِينَ " آیا۔ دوسری جگہ "هُدًى لِلناس" بھی فرمایا ہے۔ یہ دونوں مضمون اپنی جگہ درست ہیں۔ قرآن میں ہدایت دو معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ ایک ہدایت بمعنی بتلانے کے ہے۔ دوسرا یہ کہ حق پر پہنچانا ہے تو جہاں "هُدًى لِلناس" ہے اس کا معنٰی یہ کہ حق بتلانا ہے اور "هُدًى لِلْمُتَّقِينَ "حق پر پہنچانا ہے۔"[12] اسی طرح آیت "يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ "میں اقامۃ صلوۃ کی تفسیر میں مولانا قرآن پاک سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ"[13]

"اور قائم کرو نماز کو اور نہ ہو جاؤ (ان) مشرکوں میں سے "

کیونکہ بے نمازی ہونا کافرانہ عمل ہے۔ اسی طرح نماز کے لئے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ "[14]

"بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہ")

کہ اللہ کی یاد بڑی چیز ہے یہ ہر برائی سے روکتی ہے۔ نماز ایک تو مانع معاصی ہے، دوم یہ یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ذکر تمام عبادتوں کی روح ہے ۔ مزید نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سید افغانی فرماتے ہیں: "نماز ضبط نفس کا درس دیتی ہے۔ کیونکہ خواہشات کے سلسلہ میں نفس کو دخل ہے"

3. تفسیر القرآن بالحدیث:۔

مولانا افغانیؒ قرآن پاک کی تفسیر کرتے وقت احادیث کا کثرت سے حوالہ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ اگر کسی مستند مفسر نے اس آیت کے تحت اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے تو اس کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ الحمد للہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ابن کثیرؒ نے الحمد للہ کی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہے:

"لَوْ أَنَّ الدُّنْيَا كُلَّهَا بِحَذَافِيرِهَا بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي، ثُمَّ قالَ: الحَمْدُللهِ لَكَانَ الحَمْدُللهِ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ"[15]

"میرے کسی امتی کو اگر اللہ تعالی ساری دنیا دیدے پھر وہ الحمد للہ کہے تو یہ الحمد للہ اس تمام سے افضل ہے"

یعنی جس آدمی کے لئے پوری دنیا جمع ہو یعنی ساری دنیا اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو دیدے اور پھر وہ کہے الحمد للہ تو پوری دنیا سے یہ الحمد للہ کا پڑھنا زیادہ وزن رکھتا ہے"[16]

اسی طرح لفظ تقوی کی تفسیر میں حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "التَّقْوَى هَاهُنَا"[17] فرمایا دل پر انگلی رکھ کر کہ تقوی یہاں ہے۔ یعنی مرکز تقوی قلب ہے۔ بخاری شریف کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: "أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ"[18] "خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب تک وہ صحیح رہتا ہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے"

4. تفسیر بالرائے:۔

مولانا افغانیؒ کسی بھی موضوع کے ذیل میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ جس میں اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی پہلو شامل ہیں۔ ان کی تفصیل میں نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی بھرپور طریقے سے دیتے ہیں جو اکثر مقامات پر طوالت کا باعث بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی تفسیر کے ضمن میں قربانی سے متعلق تفصیل درج کی ہے جس میں قربانی کی فضیلت و اہمیت، اس کا حکم اور تاریخ بیان کی ہے اور وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔[19]

اسی طرح الحمد للہ کی تفسیر میں تصورِ نعمت، تصورِ محبت، تصورِ قربِ الٰہی کا بیان کرتے ہوئے ہر ایک عنوان پر ایک مکمل درس دیتے ہیں۔ چنانچہ تصور نعمت کے حوالے سے درس دیتے ہوئے سید افغانی سورۃ النحل کی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا "[20]

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو تم شمار نہ کر سکو گے"

مگر انسان اتنی نعمتوں کے باوجود بھی ظالم ہے۔ کچھ مصیبتیں ایسی ہیں کہ فی الحال ان میں مشقت اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر انجام لذت و مزہ اور آبادی ہے اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں کہ فی الحال دنیا میں تو لذت و مزہ ہے مگر انجام مصیبت و بربادی ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ دنیا کے لئے چستی ہو اور ابدی آسائشوں کے لئے چستی نہ ہو۔ بلکہ ابدی آسائشوں کے لئے تو چستی دوگنا زیادہ ہونا چاہئے۔ اس لئے شکر بجالانے کے سلسلے میں اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھنا چاہئے۔[21]

اسی طرح تصور محبت کے حوالے سے سید افغانی کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر محبت پیدا کی ہے۔ رب العالمین نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ حکمت کے تحت پیدا فرمائی ہیں۔ تو ہر انسان کے اندر محبت کا جو جذبہ پیدا فرمایا ہے وہ حکمت اور مقصد کے تحت ہے محبت کا ایک عنصر حیوانوں اور انسانوں میں قدر مشترک ہے اور وہ ہے سفلی محبت لیکن جس محبت کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا وہ محبت سفلی نہیں بلکہ علوی محبت ہے۔ علوی محبت یہ کہ انسان کو محبت ہے۔[22]

5.اخلاقی تفسیر:۔

مولاناافغانیؒ کلام اللہ کی اخلاقی تفسیر بھی کرتے ہیں ۔چنانچہ ایک درس میں سورۃ الفاتحہ کی اخلاقی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سورہ فاتحہ سے مسلمان کے لئے اخلاق کا کیا درس ملتا ہے؟تو یہاں تین چیزیں بیان کرنی ہیں۔۔اخلاق کیا ہے؟ ۲۔اسلام میں اخلاق کا کیا مقام ہے؟۳۔قرآن پاک سے اخلاق کے بڑے بڑے کیا اصول مستنبط ہوتے ہیں۔اخلاق خُلق کی جمع ہے اور ایک لفظ خَلق ہے خ کی زبر سے۔امام راغبؒ (م۱۱۰۸ء)لکھتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں لیکن خَلق بدن کی خوبصورتی پر اور خُلق روح کی خوبصورتی پر بولا جاتا ہے۔گویا اس بزرگ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک صورت ہے اور ایک سیرت ہے یعنی روح کی صفات میں تواضع،شفقت،رحمت اور احسان کا جذبہ موجود ہو اس کو خُلق کہتے ہیں۔دوسری بات اسلام میں خلق کا کیا مقام ہے۔تو کچھ اخلاق اور کچھ اعمال ہیں اخلاق اعمال کی جڑ ہیں۔اگر جڑ خراب ہو گی تو شاخیں سرسبز نہ ہوں گی۔بات قرآن پاک سے اصول اخلاق کا استنباط،اسلامی اخلاق میں ایک چیز ایسی ہے کہ دنیا اس طرف ٹل جائے تو مسلمان کو اس پر عمل کرنا ہو گا۔"

6.سیاسی تفسیر:۔

علامہ افغانی قرآن مجید کی سیاسی تفسیر بھی کرتے ہیں اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ آج کل سیاست جھوٹ،غداری اور نفاق کا نام ہے۔شروع میں انگریز نے جھوٹ اور غداری سے سیاست چلائی مگر دوسرے ممالک جب بیدار ہوئے تو انہوں نے اس کی سیاست واضح کر دی تو وہ اس سے پیچھے رہ گئے۔بخاری کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔

"عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُون قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ:فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُم"[23]

"حضرت ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ میں پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہا تو میں نے ان کو نبی ﷺ سے حدیث روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو اس کا خلیفہ و نائب نبی ہوتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔صحابہؓ نے عرض کیا آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو اسے پورا کرو اور احکام کا حق ان کو ادا کرو بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرنے والا ہے۔"

سید افغانی کہتے ہیں کہ مقصد سیاست یعنی جنرل قانون کیا ہو؟تو اللہ پاک نے سورہ فاتحہ میں جنرل قانون بھی واضح فرما دیا کہ چونکہ وہ بڑا بادشاہ ہے لہٰذا چھوٹے بادشاہ کو اس کے طریقے پر چلنا چاہئے۔حکومت ایسی ہو کہ ہر آدمی کی زبان سے نکلے سبحان اللہ کیا اچھا کام کیا۔دوسری بات یہ کہ قلوب الرجال بھی حکومت کے ساتھ ہوں اس کے لئے چار قواعد ہیں:۱۔پرورش ۲۔ان کے مفاد کی کوشش ۳۔غریب و امیر سے عدل و انصاف کرے ۴۔دین کے نفاذ کی کوشش کرے۔تو عوام کے دل صاف ہوں گے اور حکومت کے ساتھ ہوں گے۔ان چار قواعد کو سورۃ الفاتحہ کے چار جملوں میں بیان فرمایا رب العٰلمین فرما کر پرورش کا مسئلہ حل کیا۔الرحمٰن یعنی دنیا میں الرحیم یعنی آخرت میں ۔عدل کے لئے مالک یوم الدین فرمایا،کہ روز جزاء کا مالک ہے۔تبلیغ حق اور تعلیم حق،تو اھدنا الصراط المستقیم سے ہمارا دستور اساسی شروع ہوتا ہے۔اور ہمارا کام تبلیغ و اشاعت حق ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے سورہ

فاتحہ میں سیاسی لحاظ سے تمام اصولی باتیں فرمادیں۔لوگوں کی زبانیں حکومت کی مخالفت کرنے سے بند ہوں،دل حکومت کے ساتھ ہو،عدل وانصاف ہو،مساوات ہو،پرورش ہو،اشیاء ضروری مہیاہوں۔اور آخر میں دستور اساسی وضع فرمایا کہ تمہارامرکز یہ ہے کہ حق کابول بالاہو"[24]

7.سورت کی فضیلت:۔

مولاناافغانیؒ سورت کے شروع میں اس کی اہمیت اور فضیلت کوبڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔چنانچہ سورہ فاتحہ کے شروع میں اس عنوان پر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ قرآن سارافضیلت ہے مگر بعض آیتیں بعض آیتوں سے فضیلت رکھتی ہیں۔ان میں سورہ فاتحہ بھی ہے۔اب سورہ فاتحہ کے لئے حضرت ابوسعید بن معلیٰ ؓ کی روایت جوبخاری میں بھی ہے۔جس میں حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نفل نمازاداکررہاتھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے بلایامیں نے جواب نہ دیافارغ ہونے کے بعد میں خدمت میں حاضر ہواحضور کریم ﷺ نے فرمایاکہ جواب کیوں نہیں دیا؟میں نے عرض کی میں نماز اداکررہاتھا۔فرمایاجب اللہ اوراس کے رسول ﷺ کابلاوا آئے توجواب دے دیاکروکیونکہ یہ نماز نفل تھی اور نبی ﷺ کابلاوافرض ہے اس کے بعد حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

"ثُمَّ قَالَ لِي:لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي القُرْآنِ، قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ المَسْجِدِ،ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ، قُلْتُ لَهُ:أَلَمْ تَقُلْ لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي القُرْآنِ، قَالَ:الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ،هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي، وَالقُرْآنُ العَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ"[25]

" قبل اس سے کہ میں مسجد سے جاؤں تم کو قرآن پاک کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو کہ ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے،پھر آپ ﷺ نے میر اہاتھ پکڑ لیااور باہر جانے لگے،میں نے یاددہانی کرائی توارشاد ہوا کہ وہ الحمد کی سورت ہے اور اس میں سات آیات ہیں اس کو ہر رکعت میں پڑھتے ہیں ان آیات کو سبع مثانی کہتے ہیں اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطافرمایا گیا"

اسی طرح سورہ بقرہ کے شروع میں اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سورت کی ایک خاص فضیلت ہے ایک تویہ پورے قرآن میں لمبی ہے دوم یہ کہ جس قدر دین کے احکام اس میں وہیں اور کسی میں نہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جوسورہ بقرہ کاعالم ہوجاتاتھااس کی عزت ہمارے دلوں میں بڑھ جاتی تھی۔ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ایک حدیث کاحوالہ دیتے ہیں:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ، وَإِنَّ سَنَامَ القُرْآنِ سُورَةُ البَقَرَةِ"[26]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہر چیز کی ایک کوہان(بلندی)ہوتی ہے اور قرآن کای کوہان سورت بقرہ ہے"

8.لغوی تحقیق:۔

مولاناافغانیؒ درس قرآن دیتے وقت تفسیر کرتے ہوئے لغوی بحث بھی کرتے ہیں۔جیساکہ اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم کی تفسیر میں لفظ شیطٰن کی لغوی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "شیطان ایک لفظ ہے جس کامفہوم علم الاشتقاق کے قانون کے لحاظ سے شیطٰن۔ش،ی،ط،ن کے معنی ہیں بُعد یادوری،تمام بھلائیوں اور نیکی سے دوری یعنی بُعد عن الجنۃ اوبُعد عن

الملأ الأعلیٰ کے لئے لفظ شیطان ہے۔شیطنت کے معنی ہیں غصہ سے جلنا۔"شاطَ الرجل اذاحترق عضبا"غصے سے جلنے کو شیطان ہونا کہتے ہیں۔"[27]

اسی طرح ایک اور مقام پے لفظ ر ب کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"رب کا معنی تربیت سے نکلا ہوا ہے۔تربیت اورربوبیت کے معنی"إِبْلَاغُ الشَّيْءِ إِلَى كَمَالِهِ شَيْئًا فَشَيْئًا"[28](ایک چیز کو آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا جس درجہ تک اس کی حد ہو)[29]

9. فلسفی وعقلی طرز استدلال:۔

مولانا شمس الحق افغانیؒ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ اپنے مؤقف کے اثبات میں عقلی اور فلسفیانہ طرز استدلال اختیار کرتے ہیں جو نہ صرف ان کی فکری وعلمی گرفت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ قاری کے لئے بڑی دلچسپی کا باعث بھی ہے۔انہوں نے اپنی کتاب علوم القرآن میں وحی کی ضرورت پر دس عقلی دلائل دیئے ہیں: دلیل بقائی،دلیل قانونی،دلیل غذائی،دلیل دوائی،دلیل نوری،دلیل جبی،دلیل اتباعی،دلیل نفسیاتی،دلیل تخلیقی،دلیل ترحمی۔اور کسی مسئلے کے اثبات میں ان کے دلائل دینے کا یہی انداز ہے۔اسی طرح انہوں نے اعجاز قرآن پر بارہ عقلی دلائل دیئے ہیں۔ان کا یہی اسلوب تفسیر قرآن میں بھی نظر آتا ہے۔

ا۔اثبات تعالیٰ پر دلائل عقلی

چنانچہ وجود باری تعالیٰ پر عقلی دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ثبوت پر بزرگوں کی طرف سے دیئے گئے چند عقلی دلائل پیش کرتا ہوں نہ کہ فلسفی کیونکہ بزرگوں کی دلیلیں خیر وبرکت والی ہوتی ہیں۔

ا۔برہان غرقی: سب سے قبل میں حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے ثبوت کی دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ سمندر میں آپ ایک کشتی پر سوار ہوں وہ کسی سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے،ایک تختہ تمہارے ہاتھ میں رہ جائے،پھر وہ تختہ بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تمہاری جان لبوں تک پہنچ جائے،کیا اس وقت زندگی کی امید ہوتی ہے کہ نہیں؟سائل نے جواب دیا امید تو ہوتی ہے۔تو فرمایا یہ امید اس ذات سے ہوتی ہے جس کی تو دلیل پوچھ رہا ہے۔

۲۔برہان سفینی: حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک آدمی دہریہ ہو گیا۔حاکم وقت نے کہا کہ عام جلسے میں اس کا امام صاحب سے مناظرہ کرا جائے۔امام صاحب وقت مقررہ سے کچھ تاخیر سے پہنچے جس پر دہریہ نے کہا کہ اسلام میں عہد شکنی بری بات ہے۔حضرت نے فرمایا جب میں دریا پر آیا تو کوئی کشتی موجود نہیں تھی،دریا کی گہرائی کی وجہ سے میں معذور تھا تو ایک درخت خود کٹ گیا اور اس کے تختے بننے لگے کچھ دیر بعد وہ کشتی کی صورت بن کر میری طرف آ گئی میں اس میں بیٹھ گیا اور وہ چل پڑی اور دوسرے کنارے پر آ کر رک گئی جہاں میں نے جانا تھا۔دہریہ حاکم وقت سے کہنے لگا میں اس پاگل سے مناظرہ کروں جو کہتا ہے کہ درخت خود بخود کٹ کر کشتی کی شکل بن گیا۔حاکم وقت نے کہا اس کا جواب وہ خود دیں گے۔امام صاحب نے فرمایا اگر اس میں بے وقوفی ہے تو بڑا پاگل تُو ہے جو ایک کشتی سے متعلق کہتا ہے کہ صانع کے بغیر نہیں بن سکتی اور یہ جو نظام چل رہا ہے یہ کسی صانع کے بغیر کیسے چل رہا ہے؟اس پر وہ دہریہ مسلمان ہو گیا۔

۳۔برہان صوتی: امام مالک سے کسی شخص نے ثبوت پوچھا تو آپؒ نے فرمایا کہ کتنے آدمی زندہ زندہ ہیں اور کتنے فوت ہو گئے ہیں؟کسی کی نہ تو صورت ملتی ہے اور نہ کسی کی آواز ملتی ہے۔اور نہ جانے کہ رب العزت کے ہاں کتنے نقوش ہیں۔معلوم ہوا کہ انسان قاصر ہے۔وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ نہ تو کسی کی صورت ملتی ہے اور نہ کسی کی آواز۔

۴۔برہان توقی: توت عربی زبان میں شہتوت کو کہتے ہیں۔امام شافعیؒ سے کسی نے اللہ کے ثبوت کی دلیل پوچھی تو آپ نے فرمایاتوت کے پتے اگر گائے کھائے تو گوبر،اگر بکری کھائے تو مینگنی،اگر شہد کی مکھی کھائے تو شہد،اگر ریشم کا کیڑا کھائے تو ریشم ۔یہ قدرت صرف اللہ کی ہے کہ ایک چیز کھانے سے مختلف چیزیں نکلیں۔

۵۔برہان بیضوی: حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے ثبوت کے متعلق سوال کیاتو آپؒ نے فرمایامرغی کے بچے کو انڈے سے نکالناجو وقت مقررہ پر باہر آتاہے،یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔مرغی کاانڈہ بچے کے لئے فولاد کا پہاڑ ہے۔دنیا کے فلاسفر کان لگا کر بھی یہ نہیں بتاسکتے کہ یہ وقت مقرر ہے اور مرغی نہ توپرائمری پاس ہے اور نہ ایم۔اے وغیرہ لیکن جب وقت مقررہ آئے تو مرغی اسی وقت چونچیں مار کر بچے کو نکال لیتی ہے تو یہ بات اس کے دل میں اللہ رب العزت ڈالتاہے۔

ب۔موت پر دلائل عقلی

اسی طرح ایک اور مقام پہ اللہ تعالیٰ کی شان رحمت کا بیان کرتے ہوئے موت کو بھی مولاناافغانیؒ نے رحمت ثابت کیاہے اوراس پر عقلی دلائل دیئے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔دلیل معاشی: موت کے ذریعے سے روزی فراخ ہوتی ہے۔اگر پہلے لوگ زندہ رہ جائیں توروزی اتنی تنگ ہو جاتی کہ ایک دانہ بھی نہ ملتا۔

۲۔دلیل توسیعی: اگر موت نہ ہوتی توپاؤں رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔اس لئے موت رحمت ہے کہ بعد میں آنے والوں کے لئے وسعت پیدا ہو۔

۳۔دلیل لقائی: یعنی ملنا کہ انسان کی خاص صفت اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔توبندہ محبوب سے ملنے کی چاہت رکھتاہے۔جس قدر محبت زیادہ اتنی خواہش بھی زیادہ ہوگی۔اور تمام محبوبوں سے اللہ تعالیٰ زیادہ محبوب ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ایک ہی راستہ ہے۔فرمان نبوی ﷺ ہے:"وَلَا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا"[30]"تم اپنے رب کو اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک تمہیں موت نہ آجائے"۔مولاناافغانی فرماتے ہیں: "لہٰذا اللہ تعالیٰ کا دیدار موت کے پل سے گذرنے پر موقوف ہے"

۴۔دلیل انجائی: یعنی نجات۔موت کا رحمت ہونااس وقت معلوم ہوتاہے جب کوئی تباہ کن مرض میں مبتلاہوایک تو مرض کی مصیبت کہ ایک ایک سیکنڈ بھی موت سے سخت گذرتاہے اور دوسرا غربت کی حالت میں مرض۔اس حالت میں نجات کا واحد راستہ موت کوانسان رحمت سمجھتاہے۔

۵۔دلیل سروری: یعنی خوشی۔آج کل ہمیں مؤمن کے اعتبار سے موت سے خوشی کم ہوگئی ہے یعنی آخرت سے تعلق کم ہوگیاہے۔اگر صحابہؓ کو دیکھیں توہمارے اور ان کے درمیان ایک بڑی خلیج ہے۔صحابہ کو آخرت سے بہت زیادہ محبت تھی۔آج لوگ جس موت کو مصیبت سمجھتے ہیں صحابہؓ اس کو رحمت سمجھتے تھے۔

10. شبہات کاازالہ:۔

علامہ مفسرؒ اپنی کتاب علوم القرآن میں مستشرقین کی طرف سے وحی اور قرآن پر کئے گئے گیارہ شبہات کا نقلی اور عقلی دونوں طرح سے مدلل جواب دیاہے۔اسی طرح انہوں نے اپنی تفسیر میں قرآن اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کی نہ صرف گرفت فرمائی ہے بلکہ ان کے اعتراضات کا مدلل جواب دیاہے جو ان کی قرآن اوراسلام سے گہری وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جیسا کہ ایک اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض مفارقین اسلام نے اعتراض کیا ہے کہ بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان ہے لیکن جب ذبح کرتے ہو تو بسم اللہ تلاوت کی جاتی ہے تو جانور کو ذبح کرنا بے رحمی ہے اور بے رحمی کے وقت بسم اللہ کا تلاوت کرنا آپ مسلمان رحمت جانتے ہو۔ایک ہندو عالم نے قربانی میں جانور ذبح کرنے پر جو اعتراض کیا وہ غلط ہے کیونکہ ہر مذہب میں جانور ذبح کرتے ہیں۔مسلمان صرف پاک جانور ذبح کرتے ہیں اور عیسائی وغیرہ حرام ذبح کرتے ہیں۔ہندو اگر گائے ذبح نہیں کرتے تو بکری وغیرہ تو ذبح کرتے ہیں۔جانور ذبح کرنے میں سب کا اتفاق ہے۔تو اس سے معلوم ہوا کہ سارے مذاہب والے اللہ تعالیٰ کو رحمت کے ساتھ موصوف جانتے ہیں۔"

11. عصری مسائل کا جائزہ:۔

سید افغانیؒ اپنی تفسیر میں نہ صرف عصری مسائل و واقعات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں بلکہ ان مسائل کا بھرپور حل بھی پیش کرتے ہیں۔اچھائی اور برائی کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔مغربی شورائیت اور اسلامی شورائیت میں فرق کرتے ہوتے سید افغانی کہتے ہیں کہ یورپ کے نظام میں تصنع و بناوٹ ہے اور اسلام کے نظام میں حقیقت ہے۔مغربی جمہوریت کے معنیٰ ہیں کثرت تعداد پر فیصلہ۔ہمیشہ ممتاز لوگ قلیل عوام کثیر آتے رہے ہیں۔یعنی قلت ہمیشہ ممتاز رہی ہے اور کثرت عموماً ردی چلے آتے ہیں۔اور مغربی طریقہ انتخاب ووٹ پر تو معلوم ہو گیا کہ بے وقوفوں پر چناؤ کا مقصد ہے۔کیونکہ ووٹ جدھر زیادہ وہ منتخب ہو گیا اور تعداد میں ردی لوگ بہت ہیں۔قدرت نے نظام ایسا رکھا کہ عموماً جن میں خوبیاں ہوں وہ کم رکھے اور باقی زائد رکھے۔قرآن فرماتا ہے "ﻭَﻗَﻠِﻴﻞٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ"[31] (اور میرے شکر گزار بندے کم ہیں) ایک عنصر علم کے لحاظ سے عمدہ مگر تعداد میں کم، دوسرا عنصر جہالت اور تعداد میں زیادہ تو مغربی جمہوریت کہتی ہے تو نادانی کو دانا پر حاکم بنالو۔ "وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ"[32]

خلاصہ:

سید افغانیؒ کی علمی خدمات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو جدید وقدیم علوم پر بڑی مہارت حاصل تھی۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عرصہ تقریباً دس سال میں قرآن مجید کی سورہ بقرہ کے صرف چار رکوع کی تفسیر کی۔اس تفسیر کا مطالعہ کرنے سے ان کا انفرادی اسلوب تفسیر کھل کر سامنے آتا ہے۔جس آیت کی وہ تفسیر کرتے ہیں جب تک اس کی تمام جزئیات اور ذیلی عنوانات کا تحقیقی جائزہ پیش نہیں کر دیتے اس وقت تک اس سے اگلی آیت کی تفسیر شروع نہیں کرتے۔چونکہ ان کا اسلوب بیان تقریری ہے اس لئے اکثر بیان طویل ہو جاتا ہے اور بات موضوع سے دور چلی جاتی ہے۔شاید اس وجہ سے وہ آیات اور احادیث کی عبارت مکمل پیش نہیں کر پاتے اور ادھوری چھوڑ کر آگے چلے جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے حوالہ نامکمل رہ جاتا ہے۔

مولانا افغانیؒ کے دروس کو قلم بند کرنے والوں نے بعض مقامات پر غلطیاں بھی کی ہیں جن کی اصلاح کی از حد ضرورت ہے اور اس پر تحقیقی کام بھی ہو سکتا ہے۔جن میں آیات اور احادیث کا ترجمہ کرتے وقت کئی اغلاط پائی جاتی ہیں۔مثلاً ایک حدیث پاک ان اللہ یربی اللقمة او التمرة کمایربی احدکم کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔[33] اسی طرح ایک اور مقام پے ایک آیت کا اندراج غلط کیا ہوا ہے 5/60 پر وسخرلکم فی السمٰوٰت و الارض یہاں لفظِ ما نہیں لکھا گیا ہے۔[34]

حوالہ جات

[1] ۔ افغانی، شمس الحق، دروس القرآن، مرتب: عبد الغنی (بہاولپور: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار، طبع اول ۲۰۰۴ء) ۱/ ۱۳۳

[2] ۔ ایضا، ص ۳۴

[3] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱/ ۳۵

[4] ۔ افغانی، مکتوبات افغانی، ص ۱۵

[5] ۔ افغانی، شمس الحق، خطبات افغانی، مرتب: عبد الغنی (بہاولپور: مکتبہ سید شمس الحق افغانی، شاہی بازار) ص ۲۹۳، ۲۹۲

[6] ۔ افغانی، دروس القرآن، ج ۱، ص ۵۱، ۵۷۔۴۶

[7] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱/ ۳۴

[8] ۔ آل غازی، ابو الحسن، دور علماء دیوبند فی مجال التالیف، مرکز الاعلام العالمی (ڈھاکہ: بنگلہ دیش، طبع اول ستمبر ۲۰۱۴ء) ص ۱۸، ۱۳، ۷، ۴

[9] ۔ افغانی، مکتوبات افغانی، ص ۱۸

[10] ۔ افغانی، دروس القرآن، ۱/ ۵۴، ۴۹

[11] ۔ الذٰریٰت: ۵۶

[12] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۴/ ۱۲۰، ۱۱۹

[13] ۔ الروم: ۳۱

[14] ۔ العنکبوت: ۴۵

[15] ۔ ابن کثیر، إسماعيل بن عمر، أبو الفداء، تفسير ابن کثير (بيروت: دار الكتب العلمية، ط الأولى - ۱۴۱۹ ھ) ۱/ ۱۳۰
الهندي، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علي بن حسام الدين، علاء الدين (المتوفى: ۹۷۵ھ-)(مؤسسة الرسالة، ط خامس، ۱۹۸۱م) رقم الحديث: ۶۴۰۶

[16] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳/ ۲۸

[17] ۔ أبو الحسن، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب تحريم ظلم المسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، رقم الحديث ۲۵۶۴

[18] ۔ البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبد الله، صحيح البخاري، باب فضل من استبرأ لدينه (دار طوق النجاة، ط: الأولى، ۱۴۲۲ھ،) رقم الحديث: ۵۲

[19] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۱/ ۳۶۳

[20] ۔ النحل: ۱۸

[21] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳/ ۴۸، ۴۵

[22] ۔ ایضاً، ص ۵۶، ۵۵

[23] ۔ صحیح مسلم، باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء، رقم الحدیث: ۱۸۴۲

[24] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم، ۳/ ۴۰۱، ۴۹۲

[25] ۔ صحیح بخاری، باب فضل فاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۵۰۰۶

[26] ۔ سنن الترمذي، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث: ۲۸۷۸

[27] ۔ ابن منظور، أبو الفضل، جمال الدين، محمد بن مكرم بن على، (المتوفى: ۷۱۱ھ)، لسان العرب (بيروت: دار صادر – ط ثالث، ۱۴۱۴ ھ)، ۱۳/ ۲۳۸

[28] ۔ ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد (المتوفى: ۱۳۹۳ھ)، التحرير والتنوير، (تونس: الدار التونسية للنشر، ط ۱۹۸۴ ھ) ۱/ ۱۷۳

[29] ۔ افغانی، دروس القرآن الحکیم،۳/۱۰۵

[30] ۔ ابن ماجہ، أبو عبد اللہ، محمد بن یزید (المتوفی:۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجہ (دار إحیاء الکتب العربیۃ، ۲۰۰۱) رقم الحدیث:۴۰۷۷

[31] ۔ السبا:۱۳

[32] ۔ آل عمران:۸۶

[33] ۔ ایضا،۵/۳۹

[34] ایضا، ص ۶۰